

کاش طوفاں میں سفینے کو اتارا ہوتا (غزل)

سبق ۱۹

شاعرہ کا تعارف:

پروین فناسید (۱۹۳۶ء-۲۰۱۰ء)

پروین فناسید کا اصل نام پروین سید ہے۔ شاعری کا آغاز کیا تو ”فنا“ تخلص پسند کیا اور یوں پروین فناسید کا نام سے معروف ہوئیں۔ جائے ولادت لاہور ہے۔ اُن کے والد گرامی سید ناصر حسین رضوی محکمہ جیل خانہ جات میں سپرنٹنڈنٹ جیل تھے اور والدہ کا نام سیدہ افتخار النساء تھا جو امور خانہ داری کی بڑی ماہر خاتون تھیں۔

قیام پاکستان کے وقت آپ گورداسپور (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں مقیم تھیں جہاں کے ہندو مسلم فسادات نے آپ کے ذہن کو بڑا متاثر کیا جس کے اثرات بعد ازاں آپ کی شاعری میں بھی در آئے۔

آپ نے گوجرانوالہ سے اعلیٰ نمبروں میں میٹرک پاس کیا اور لاہور آکر لاہور کالج برائے خواتین میں پری میڈیکل کالج میں داخلہ لے لیا۔ ان کی لیڈی ڈاکٹر بننے کی خواہش تھی لیکن انھی دنوں شدید علالت کے باعث وہ اپنے خواب کو شرمندہ تعبیر نہ کر سکیں کیوں کہ ڈاکٹروں نے انھیں کافی عرصہ تک دماغی کاموں سے دور رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ بہر حال اس کیفیت میں بھی انھوں نے ہمت نہ ہاری اور ایک سال بعد انٹر میڈیٹ کا امتحان بڑے اچھے نمبروں میں پرائیمری طور پر پاس کر لیا۔ بعد ازاں آپ سید احمد کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔ شادی کے وقت آپ کے رفیق حیات پاک فوج میں آفیسر تھے۔ شادی کے بعد آپ نے لاہور کالج برائے خواتین لاہور ہی سے گریجویشن کی اور امور خانہ داری میں ایسی مسرُوف ہوئیں کہ مزید تعلیم حاصل کرنے کا خیال ترک کر دیا۔

پروین فناسید کو فنِ مصوری اور موسیقی میں گہری دلچسپی تھی۔ ان کے فن کا تعارف اس وقت ہوا جب ۱۹۸۵ء میں ریڈیو پاکستان راولپنڈی سے پہلی مرتبہ اُن کا کلام نشر ہوا۔

پروین فناسید اپنی ابتدائی دور کی شاعری میں ادا جعفری (۱۹۲۳ء-۲۰۱۵ء) سے متاثر تھیں اور انھی کے رنگ میں شاعری کرتی تھیں۔ بعد میں فیض احمد فیض سے کسب فیض کیا اور شاعری میں اصلاح لی تو اپنا رنگ شاعری اختیار کیا جو تادم واپس جاری رہا۔ پروین فناسید کی معاصر شاعرات میں کشور ناہید، شبنم شکیل، فہمیدہ ریاض اور پروین شا کر وغیرہ شامل ہیں مگر ان سب شاعرات کی موجودگی میں ان کی الگ تھلک شناخت ہے۔ اُن کی تصانیف میں ”حرف وفا، تمنا کا دوسرا قدم، یقین، بہو سرخ ہے اور حیرت“ شامل ہیں اور ان کی کلیات بھی شائع ہو چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
سفینہ	کشتی	گوارا کرنا	سہ جانا
موج	بحر، لہر	بہ صد شوق	بہت شوق سے
ساحل	سمندر کا کنارہ	عنایت	کرم، مہربانی
تصور	خیال	اسرارِ فنا	موت کا راز
واقف	جاننا	اسرارِ بقا	ہمیشہ زندہ رہنے کا راز
آدابِ جفا	جفا کرنے کے اصول	یزداں	خدا
سہارا ہوتا	برداشت کیا ہوتا	بھرم	لحاظ

اشعار کی تشریح

شعر 1:

کاش طوفان میں سفینے کو اُتارا ہوتا

تشریح: پروین فنا سید اس شعر میں زندگی کی مشکلوں کا ذکر کرتے ہوئے کہہ رہی ہیں کہ اے کاش طوفان کی ناؤ کو میں نے طوفان میں اُتار دیا ہوتا۔ میں جو اے طوفان سے بچا بچا کر رکھتی رہی۔ اگر میں بروقت ہی اپنی کشتی کو طوفان کی نذر کر دیتی اور میری ناؤ ڈوب بھی جاتی تو سمندر کی تند اور بڑی موجیں اُسے اٹھا کر سمندر سے باہر پھینک دیتیں اور یوں وہ ڈوب بھی جاتی تو سمندر کی لہریں اُسے بچا لیتیں۔ دراصل شاعرہ کہہ رہی ہیں کہ جہاں زندگی ہے وہاں مشکلیں بھی ہیں اور آزمائشیں بھی۔ یہ امتحان انسان کو مضبوط بناتے ہیں۔ مشکلوں سے گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ ان کا مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہیے۔ مشکلوں سے لڑ کر ہی انسان کو منزل ملتی ہے۔

شعر 2:

ہم تو ساحل کا تصور بھی مٹا سکتے تھے

لپ ساحل سے جو ہلکا سا اشارہ ہوتا

تشریح:

اس شعر میں شاعرہ کہتی ہے کہ اے میرے محبوب! اگر تم میرے انتظار میں ساحل پر کھڑے ہوتے اور میری طرف تم نے الفت کا ہاتھ بڑھایا ہوتا تو میں سمندر کی تند موجوں کی پروا کیے بغیر تم تک آ جاتی۔ تمہارے خلوص اور وفا کے سامنے سمندر اور ساحل کا فرق مٹ جاتا۔ لیکن افسوس کہ میری ڈوبتی ناؤ کو بچانے کے لیے تم نے کوئی کوشش تو اُدور کی بات ایک اشارہ تک نہ کیا۔ کہاوت ہے کہ ڈوبنے والے کو تنکے کا سہارا بھی بہت ہوتا ہے مگر من پسند آدمی کا ساتھ مایوس انسان کی زندگی میں اُمید کے دیے روشن کر دیتا ہے۔ جب کوئی شاعری سمندر کی بھری ہوئی موجوں سے نکل کر ساحل پر آتی ہے تو اسے سکون مل جاتا ہے۔ اس طرح اگر میرا محبوب مجھے اشارہ بھی کرتا تو میں اپنی جان قربان کر دیتی۔

شعر 3:

تم ہی واقف نہ تھے آدابِ جفا سے ورنہ

ہم نے ہر ظلم کو ہنس کے سہارا ہوتا

تشریح:

اس شعر میں شاعرہ محبوب سے شکوہ کرتے ہوئے کہتی ہے کہ وفا تو تم کیا ہی نبھاتے تھیں تو جفا کے طریقے بھی نہ آئے۔ محبت و وفا کی طرح جفا و ستم کے بھی آداب ہوتے ہیں مگر افسوس کہ تم نے وہ بھی نہ سیکھے۔ نہ تو تمہیں وفا کرنی آتی ہے اور نہ ہی جفا ورنہ میں تمہارا ہر ظلم و ستم ہنس کر برداشت کر لیتی۔ شاعرہ شکوہ کناں ہے کہ میری تقدیر کیسی خراب ہے کہ میرے محبوب کو نہ ہی وفا آتی ہے اور نہ ہی جفا۔ محبت تو نام ہی سر تسلیم خم کرنے کا ہے۔ غم تو خیر اپنا مقدر ہے، سو اس کا کیا ذکر

شعر 4:

زہر بھی ہم کو بہ صد شوق گوارا ہوتا

تشریح:

پروین فنا سید اس شعر میں اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں کہ خوشیوں کو تو پتہ نہیں لیکن غم تو میرے اپنے ہیں۔ زندگی کے رنج و الم اور دکھ درد جیسے کچھ میرے ہوتے ہیں۔ ویسے بھی سب کہتے ہیں کہ یہ دنیا دکھوں کا گھر ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی دکھ میں مبتلا ہے۔ جب تک زندگی ہے غموں سے چھٹکارا ممکن نہیں۔ میں بھی اسی لیے اپنے دکھوں کا رونا نہیں روٹی۔ حتیٰ کہ مجھے میرے محبوب کو حاصل کرنے کے لیے غموں کے ساتھ ساتھ زہر بھی پینا پڑتا تو میں خوشی سے پی جاتی۔ غم تو تقدیر میں لکھے ہی ہیں لہذا اس کا بار بار رونا رونا۔ اپنی محبت کو تو وہی ہے کہ انسان محبوب کے ہاتھوں سے زہر کو بھی آبِ حیات سمجھ کر پی لے۔

شعر 5:

باغبان تیری عنایت کا بھرم کیوں کھلتا

ایک بھی پھول جو گلشن میں ہمارا ہوتا

تشریح: شاعر ہاں شعر میں پھر سے کائنات کے خالق سے شکوہ کناں ہیں کہ اے باغبان! اگر تو نے دنیا کے کٹن میں ایک بھی پھول میرے لیے کھلایا ہوتا تو میں بھی خود کو خوش نصیب سمجھتی۔ مگر اس دنیا کے چین میں کی کو تو بے شمار چیزیں اور آن گنت پھول عطا کر دیتا ہے۔ کچھ میرے جیسے کم نصیب تو ایک پھول سے بھی محروم رہ جاتے ہیں۔ اے چین کے مالی! تو باغبان تو ہے لیکن اگر تو نے چین کے نظام میں انصاف قائم کیا ہوتا تو کسی کو نہ کوئی شکوہ ہوتا اور نہ ہی کوئی محرومی۔ یوں تیری بے نیازیوں کی اس تقسیم سے اب تیری عنایات کا بھرم حل گیا ہے۔ شاعرہ شاہدہ اے متمس ہے کہ اے میرے رب! تو اس دنیا کے چین کا باغبان ہے اور تیرا باغ رنگارنگ پھولوں سے بھرا ہوا ہے۔ مگر میرے دل کا پھول ابھی تک نہیں کھلا۔ اگر تیری نظر مجھ پر پڑ گئی تیرا ساتھ مل گیا تو میری دنیا تو کیا آخرت بھی سنور جائے گی۔ لہذا اے خدا! تو مجھے اپنی محبت سے نواز دے۔

شعر 6: تم پہ اسرارِ فنا، رازِ بقا کھل جاتے

تم نے ایک بار تو یزداں کو پکارا ہوتا

تشریح: پروین فنا سید اس شعر میں اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں کہ اے فنا! اگر تو نے سچے دل اور پورے خلوص سے اپنے پیدا کرنے والے کو پکارا ہوتا تو تم پر فنا اور بقا کے تمام اسرار کھل جاتے۔ بلکہ فنا اور بقا کے درمیان ارتقا کے بھی تمام راز کھل جاتے۔ شاعرہ اصل میں ہمیں یہ سمجھانا چاہتی ہیں کہ اللہ کی محبت ہی سے معرفت ملتی ہے۔ زندگی اور موت کی تمام تلخ و شیریں حقیقتیں کھلتی ہیں۔ پروین فنا سید کہتی ہیں کہ دنیا کے کارخانے میں ہر روز بے شمار چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن میں انسان بھی شامل ہیں۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ روحیں کہاں سے آتی ہیں اور موت کے بعد کہاں چلی جاتی ہیں۔ اس شعر میں ہم یہ یہ کھلتا ہے کہ فنا اور بقا کے یہ راز صرف ان لوگوں پر عیاں ہوتے ہیں جو خدا کو ہمیشہ پکارتے ہیں۔ خدا کی محبت میں جو اپنے آپ کی نفی کر دیتے ہیں۔ ساتھ ہی اس شعر میں یہ سبق بھی ہے کہ اگر ہم وقت پر اللہ کی محبت سے اس کی مدد حاصل کر لیں تو دنیا کی رنجشوں اور مصیبتوں سے بروقت خلاصی مل جائے گی۔

مشق

پروین فنا سید کی اس غزل کے متن کے پیش نظر مختصر جواب لکھیں۔

(الف) شاعرہ کو طوفان میں سفینے کو اتارنے کی شدید خواہش کیوں ہے؟

جواب: شاعرہ کو اپنے سفینے کو طوفان کی تند و تیز موجوں میں اتارنے کی اس لیے شدید خواہش ہے کہ اُسے پورا یقین ہے کہ بھری ہوئی موجیں اُسے ضرور ابھار دیں گی۔

(ب) شاعرہ کس صورت میں ساحل کا تصور مٹا دینے کے لیے تیار ہے؟

جواب: شاعرہ کو اگر ساحل کے کنارے سے اپنے محبوب کی طرف سے ہلکا سا بھی اشارہ ہو جاتا تو وہ ساحل کا تصور مٹا دینے کو تیار ہے۔

(ج) شاعرہ کس حال میں ہر ظلم کے سہارنے کے لیے آمادہ ہے؟

جواب: شاعرہ شکوہ کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ محبت تو دُور میرے محبوب کو ظلم ڈھانا بھی ٹھیک سے نہیں آتا۔ اگر اس کا محبوب جفا کے آداب سے واقف ہوتا تو وہ اس کا ہر ظلم میں سہارا دیتی۔

(د) شاعرہ کس صورت حال میں بہ صد شوق زہر کو گوارا کرنے کے لیے تیار ہے؟

جواب: شاعرہ کو اپنے محبوب کی طرف سے اگر زہر بھی پینے کو ملتا تو وہ شوق سے اسے گوارا کر لیتی۔

(ه) شاعرہ کس کے بھرم کھلنے کی بات کر رہی ہے؟

جواب: شاعرہ باغبان کے بھرم کے کھلنے کی بات کر رہی ہے۔

۲۔ غزل کے متن کو یہ نظر رکھ کر کالم (الف) میں دیے گئے الفاظ کو کالم (ب) کے متعلقہ الفاظ کے ساتھ ملائیں تاکہ درست مصرعے ترتیب پائیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)
کاش طوفان میں	بھی منا سکتے تھے
ہم تو ساحل کا تصور	آداب جفا سے ورنہ
تم ہی واقف نہ تھے	سو اس کا کیا ذکر
غم تو خیر اپنا مقدر ہے	راز بقا کھل جاتے
تم پر اسرار فنا	سفینے کو اُتارا ہوتا

جواب:

کالم (الف) اور کالم (ب)
کاش طوفان میں سفینے کو اُتارا ہوتا
ہم تو ساحل کا تصور بھی منا سکتے تھے
تم ہی واقف نہ تھے آداب جفا سے ورنہ
غم تو خیر اپنا مقدر ہے سو اس کا کیا ذکر
تم پر اسرار فنا راز بقا کھل جاتے

۳۔ اس غزل میں ہم آواز الفاظ: اُتارا، اُبھارا، اشارہ، سہارا، گوارا، ہمارا، پکارا کے الفاظ کس طور پر استعمال ہوئے ہیں؟

جواب: اس غزل میں ہم آواز الفاظ: اُتارا، اُبھارا، اشارہ، سہارا، گوارا، ہمارا، پکارا کے الفاظ قافیہ کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔

۴۔ اس غزل میں مطلع کے دونوں مصرعوں اور اس کے بعد آنے والے ہر دوسرے مصرعے میں وہ لفظ کیا ہے جو من و عن دہر لیا جاتا ہے اور اُسے اصطلاح میں کیا نام دیا جاتا ہے؟

جواب: اس غزل میں مطلع کے دونوں مصرعوں اور اس کے بعد آنے والے ہر دوسرے مصرعے میں وہ لفظ ”ہوتا“ ہے۔ غزل کی اصطلاح میں اسے

”ردیف“ کہتے ہیں۔

۵۔ درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ اُن کے معنی واضح ہو جائیں۔

ساحل طوفان سفینہ موجوں تصور

جملے	الفاظ
دریائے نیل کا ساحل بہت بڑا ہے۔	ساحل
کل رات سمندر میں خوف ناک طوفان آیا۔	طوفان

سُفینا	سُفینا جاتا ہوا سفینہ مندر کے عین بیچ میں ڈوب گیا۔
موجوں	ظالم موجوں نے ملاج کی شکست کھائی کوڑ بولیا۔
تصور	اس کے تصور میں ہر وقت کرکٹر بننے کی دھن ہوا رہتی ہے۔

۲۔ اس غزل کی درج ذیل تراکیب کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

آدابِ جفا بہ صد شوق عنایت کا بھرم اسرارِ فنا رازِ بقا

جواب:	الفاظ	جملے
	آدابِ جفا	تم محبت کیا کرو گے؟ آدابِ جفا سے تو واقف نہیں۔
	بہ صد شوق	اُس نے بہ صد شوق اپنے گھر ظہرانے پر ہم سب کو بلایا۔
	عنایت کا بھرم	اگر تم احسان نہ جتاتے تو تمہاری عنایت کا بھرم رہ جاتا۔
	اسرارِ فنا	اللہ کے ولی ہی اسرارِ فنا سے واقف ہوتے ہیں۔
	رازِ بقا	عام انسان کبھی رازِ بقا نہیں پاسکتا۔

۷۔ اس غزل کے مطلع میں وہ کون سے چار الفاظ ہیں جو متلازم یا گروہی الفاظ کہلا سکتے ہیں؟

جواب: اس غزل کے مطلع میں طوفان، سفینہ، موجوں اور ابھارنا متلازم یا گروہی الفاظ ہیں۔
۸۔ متن کے مطابق مناسب لفظ کی مدد سے مصرعے مکمل کریں۔

- (الف) ڈوب جاتا بھی تو _____ نے ابھارا ہوتا
(ب) ہم نے ہر ظلم کو _____ کے سہارا ہوتا
(ج) زہر بھی ہم کو _____ گوارا ہوتا
(د) ایک بھی پھول جو _____ میں ہمارا ہوتا
(و) تم نے ایک بار تو _____ کو پکارا ہوتا

جواب

(الف)	موجوں	(ب)	ہنس ہنس	(ج)	بہ صد شوق	(د)	گلشن	(و)	یزداں
-------	-------	-----	---------	-----	-----------	-----	------	-----	-------

۹۔ اس غزل کے ان شعروں کی تشریح لکھیں اور متعلقہ صنعت کا حوالہ بھی دیں۔

باغباں تیری عنایت کا بھرم کیوں کھلتا
ایک بھی پھول جو گلشن میں ہمارا ہوتا

صنعت:

تشریح:

شاعرہ اس شعر میں پھر سے کائنات کے خالق سے شکوہ کناس ہیں کہ اے باغبان! اگر تو نے دنیا کے گلشن میں ایک بھی پھول میرے

لے کھلایا ہوتا تو میں بھی خود کو خوش نصیب سمجھتی۔ مگر اس دنیا کے چمن میں کسی کو تو بے شمار چیزیں اور ان گنت پھول عطا کر دیتا ہے۔ کچھ میرے جیسے کم نصیب ایک پھول سے بھی محروم رہ جاتے ہیں۔ اسے چمن کے مالی! تو باغیاں تو ہے لیکن اگر تو نے چمن کے نظام میں انصاف قائم کیا ہوتا تو کسی کو نہ کوئی شکوہ ہوتا اور نہ ہی کوئی محرومی۔ یوں تیری بے نیلایوں کی اس تقسیم ہے اب تیری عنایات کا بھرم کھل گیا ہے۔ شاعرہ شاید خدا سے ملتمس ہے کہ اسے میرے رب! تو اس دنیا کے چمن کا باغیاں ہے اور تیرا باغ رنگارنگ پھولوں سے بھرا ہوا ہے۔ مگر میرے دل کا پھول ابھی تک نہیں کھلا۔ اگر تیری نظر مجھ پر پڑ گئی تیرا ساتھ مل گیا تو میری دنیا تو کیا آخرت بھی سنور جائے گی۔

تم پر اسرار فنا، راز بقا کھل جاتے

تم نے ایک بار تو یزداں کو پکارا ہوتا

صنعت:

تشریح:

پروین فنا سید اس شعر میں اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں کہ اے فنا! اگر تو نے سچے دل اور پورے خلوص سے اپنے پیدا کرنے والے کو پکارا ہوتا تو تم پر فنا اور بقا کے تمام اسرار کھل جاتے۔ بلکہ فنا اور بقا کے درمیان ارتقا کے بھی تمام راز کھل جاتے۔ شاعرہ اصل میں ہمیں سمجھانا چاہتی ہیں کہ اللہ کی محبت ہی سے معرفت ملتی ہے۔ زندگی اور موت کی تمام تلخ و شیریں حقیقتیں کھلتی ہیں۔ پروین فنا سید کہتی ہیں کہ دنیا کے کارخانے میں ہر روز بے شمار نئی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن میں انسان بھی شامل ہیں۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ روئیں کہاں سے آتی ہیں اور موت کے بعد کہاں چلی جاتی ہیں۔ اس شعر میں ہم یہ یہ کہتا ہے کہ فنا اور بقا کے یہ راز صرف ان لوگوں پر عیاں ہوتے ہیں جو خدا کو ہمیشہ پکارتے ہیں۔ جو خدا کی محبت میں اپنے آپ کی نفی کر دیتے ہیں۔ ساتھ ہی اس شعر میں یہ سبق بھی ہے کہ اگر ہم وقت پر اللہ کی محبت سے اس کی مدد حاصل کر لیں تو دنیا کی رنجشوں اور مصیبتوں سے بروقت خلاصی مل جائے گی۔

سرگرمیاں:

- طلبہ پروین فنا سید کی یہ غزل درست تلفظ اور رواں لب و لہجے کے ساتھ کلاس میں پڑھیں۔
- طلبہ لائبریری سے پروین فنا سید کا کلیات حاصل کریں اور ان کی کوئی اور مترنم غزل دوستوں کو سنائیں۔
- طلبہ اس غزل کے مطلع اور مقطع کو اپنی کاپی میں لکھیں۔

اشارات تدریس:

۱۔ اساتذہ طلبہ کو پروین فنا سید کی اس غزل میں زبان اور فکر و خیال کی خوبیوں سے آشنا کریں۔

۲۔ اساتذہ طلبہ کو پروین فنا سید کے علاوہ ان کی دیگر ہم عصر شاعرات سے متعارف کرائیں۔

۳۔ اساتذہ طلبہ کو اس غزل میں آنے والے استعاروں کی وضاحت مثالوں سے سمجھائیں۔

۴۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا تصور غزل کا اہم موضوع ہے۔

اضافی معروضی سوالات

- (1) ڈوب جاتا بھی تو ابھارا ہوتا: (الف) لوگوں نے (ب) موجوں نے ✓ (ج) سوچوں نے (د) طوفانوں نے
- (2) ہنس ہنس کے سہہ جاتی شاعرہ: (الف) ظلم (ب) عادت (ج) دکھ (د) غم ✓
- (3) شاعرہ کس کا تصور مناسکتی تھی؟ (الف) سفینے کا (ب) بحری جہاز کا (ج) ساحل کا ✓ (د) موجوں کا
- (4) اگر ہمیں ہلکا سا اشارہ ہو جاتا: (الف) باغ سے (ب) گلی سے (ج) کوچے سے (د) ساحل سے ✓
- (5) شاعرہ کا محبوب واقف نہ تھا: (الف) آدابِ وفا سے (ب) آدابِ جفا سے ✓ (ج) آدابِ محبت سے (د) آدابِ نفرت سے
- (6) گلشن میں اگر ایک بھی ہمارا ہوتا: (الف) درخت (ب) پتہ (ج) پھول ✓ (د) پھل
- (7) یہ مدشوق ہمیں گوارا ہوتا: (الف) شربتِ پینا (ب) انگور کا رس پینا (ج) زہر پینا ✓ (د) شہد پینا
- (8) تم پر کھل جاتے سارے کے سارے: (الف) دروازے (ب) روشن دان (ج) اسرارِ فنا ✓ (د) اسرارِ خودی
- (9) اگر تم ایک بار پکار لیتے: (الف) یزداں کو ✓ (ب) مہرباں کو (ج) مہماں کو (د) نگہباں کو
- (10) شاعرہ کہتی ہے اللہ کو پکارنے سے کھلتا ہے ہر راز: (الف) کائنات کا ✓ (ب) ہجر کا (ج) فنا کا (د) دنیا کا

جواب

(1)	(ب)	(2)	(الف)	(3)	(ج)	(4)	(د)	(5)	(ب)
(6)	(ج)	(7)	(ج)	(8)	(ج)	(9)	(الف)	(10)	(الف)

اضافی مختصر سوالات

- (1) شاعرہ پروین فنا سید کا نام اور تخلص کیا تھا؟
جواب: شاعرہ پروین فنا سید کا نام پروین سید ہے اور فنا ان کا تخلص ہے۔
- (2) پروین فنا سید کے والد کیا کام کرتے تھے؟
جواب: پروین فنا سید کے والد سید ناصر حسین رضوی محکمہ جیل خانہ جات میں سپرنٹنڈنٹ جیل تھے۔
- (3) قیام پاکستان کے وقت ان کی فیملی کہاں مقیم تھی؟
جواب: قیام پاکستان کے وقت ان کی فیملی گورداسپور (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں مقیم تھی۔
- (4) پروین سید کے ذہن پر ہندو مسلم فسادات کا کیا اثر ہوا؟
جواب: پروین فنا سید تقسیم کے وقت بہت چھوٹی تھیں۔ ہندو مسلم فسادات دیکھ کر ان کے ذہن پر بہت بُرا اثر پڑا۔
- (5) شاعری کے علاوہ انہیں اور کس چیز میں دلچسپی رہی۔
جواب: شاعری کے علاوہ پروین فنا سید کو فنِ مصوری اور موسیقی میں گہری دلچسپی رہی۔
- (6) ان کے فن کا تعارف پہلی مرتبہ کب اور کہاں سے ہوا؟
جواب: ان کے فن کا تعارف پہلی مرتبہ 1958 میں ریڈیو پاکستان ہاؤس پٹنہ کی پہلی مرتبہ ان کے کلام کی شکل میں نشر ہوا۔
- (7) وہ شاعری کے میدان میں کس سے متاثر تھیں؟
جواب: وہ شاعری کے میدان میں پہلے پہل ادا جعفری سے متاثر تھیں۔ پھر انہوں نے فیض احمد فیض صاحب سے بھی فیض حاصل کیا۔
- (8) غزل کے پہلے شعر میں پروین فنا نے کس تمنا کا اظہار کیا؟
جواب: غزل کے پہلے شعر میں پروین فنا نے اس تمنا کا اظہار کیا کہ کاش میں نے اپنے سفینے کو طوفان میں اتارا ہوتا۔
- (9) شاعرہ کے نزدیک ڈوبنا سفینہ کیسے ابھرتا؟
جواب: شاعرہ کے نزدیک اس کے ڈوبتے ہوئے سفینے کو سمندر کی موجیں اچھال کر باہر پھینک دیتی اور یوں وہ ابھرتا۔
- (10) شاعرہ کے مقدر میں کیا لکھا تھا؟
جواب: شاعرہ کے مقدر میں بس صرف غم ہی لکھا تھا۔
- (11) پروین فنا سید کا محبوب کس آداب سے واقف نہ تھا؟
جواب: پروین فنا سید کا محبوب وفا تو دور کی بات خطا کے آداب سے بھی واقف نہ تھا۔
- (12) اسرار فنا کس طرح کسی پر گھل سکتے ہیں؟
جواب: اگر انسان کا مکمل رابطہ رب تعالیٰ سے ہو جائے تو اس پر فنا کے اسرار و رموز کھلتے چلے جاتے ہیں۔

(13) راز بقا کسے کہتے ہیں؟

جواب: راز بقا کا مطلب ہے ہمیشہ زندہ و قائم رہنے والا اور ہمیشہ قائم رہنے والی ذات صرف باری تعالیٰ کی ہے۔

(14) یزداں کس کو کہتے ہیں؟

جواب: یزداں رب تعالیٰ کو کہتے ہیں۔

(15) اگر شاعرہ کو ہلکا سا بھی اشارہ ہوتا تو وہ کس فاصلے کو مٹا سکتی تھی؟

جواب: اگر شاعرہ کو اپنے محبوب کا ہلکا سا بھی اشارہ ہوتا تو وہ ساحل کے تصور کو بھی مٹا سکتی تھی۔

www.ilmkidunya.com

www.ilmkidunya.com